ضمیر جلد از جلد مسلمان بن جانے کا کہہ رہا تھا۔ جبکہ خواہشات نفسانی کہہ رہی تھیں کہ سال بھر ٹھہر کر زندگی کے مزے لوٹ لو۔ فتح بالآخر ضمیر کی ہوئی۔ میں بنگالی رضوان کو ساتھ لیے نماز عصر پر مسجد پہنچا۔ یہ جنوری ۱۹۹۹ء کا ذکر ہے، رمضان المبارک کی (۱۵) تاریخ تھی، میں نماز پڑھنے کے بعد کھڑا ہو گیا اور کہا: ''میرے مسلمان بھائیو السلام علیکم ! آپ کو علم ہے کہ میں سالوں سے مختلف مذاہب کے مطالعے میں مصروف ہوں۔ میں خوب جانچ پرکھ کر اس نتیجے پر پہنچ چکا ہوں کہ صرف اسلام ہی دین حق ہے۔ مجھے باضابطہ مسلمان کیجیے۔'' میں امام مسجد کے قریب ہوا۔ انہوں نے مجھے غسل کرایا پھر کلمہ پڑھایا۔ تمام اطراف سے ''مبارکباد'' کے آوازے سنائی دیے۔ ہر نمازی مجھے گلے لگانا چاہتا تھا۔ افطاری مسجد میں ہی ہوئی۔ پھر روزانہ کھانے پر ایک نمازی مجھے ساتھ لے جاتا۔ سحری وافطاری اسی طرح دوستوں کے ہاں چلتی رہی۔ گھر کا ماحول آزادانہ تھا، کسی نے نوٹس نہیں لیا۔ کہیں سے گھر بات پہنچی بھی، تو سنی ان سنی ہو گئی۔ ایک سال ایسے ہی گزرا۔ بالآخر میں نے خود ہی انکشاف کر دیا۔ تاہم گھر بھر میں کسی نے منہ بسورا، نہ ہی مجھ سے الگ ہونے کو کہا۔ مسلمان ہونے پر توب (عربی کرتہ) پہننا شروع کر دیا۔ میں نے مطالعہ کر کے خود اپنا نام ''مہدی'' رکھا۔

داڑھی کا مسئلہ: اپنے چہرے کو مسنون بنانے کا فیصلہ کر لیا، داڑھی رکھ لی۔ لیکن اس پر مجھے بہت لعن طعن کیا گیا، لیکن پروانہیں کی۔ مجھے دکھ اس بات کا ہوتا تھا کہ طعن کرنے والوں میں مسلمان بھی شامل تھے۔ تاہم ان کا منہ تو میں نے انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام ؓ کے حوالے دے کر بند کر دیا۔ جبکہ غیر مسلم لوگوں کو حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت عیسیٰ ؑ کے حوالوں سے چپ کرا دیا۔ تاہم اس دوران میں اپ سیٹ ضرور رہا، لیکن اللہ پر بھروسہ قائم رکھا۔

شادی خانہ آبادی: میں عالمی تنظیم اسلامی سے منسلک ہونے کی وجہ سے مراکش، موریطانیہ، انڈیا، پاکستان، سعودیہ، شام اور فلپائن جا چکا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ ایسے گھرانے میں شادی کروں گا، جو عرب ہو اور کتاب وسنت کا پابند ہو؛ تاکہ مجھے تعلیم ملتی رہے۔ بچے اگر ہوں تو وہ بھی مسلمان ہو کر پروان چڑھیں۔ اس سلسلے میں مجھے دوبار مراکش جانا پڑا۔ بات طے ہو گئی اور مسنون طریقہ سے شادی ہو گئی۔ اللہ نے بیٹا پھر بیٹی عطا فرمائی۔

روح فرسا واقعے: (۱) مراکش میں چند دوست ایک مسلم شادی پر کھینچ لے گئے۔ بہت خوشی ہوئی؛ لیکن یہ خوشی جلد ہی دکھ میں بدل گئی، کیونکہ ام الخبائث پیش کی جارہی تھی۔ ہم آلودہ نہ ہوئے؛ لیکن خبیث بو نے بیٹھنا دو بھر کیے رکھا۔

(۲) رباط سے قریبی ٹاؤن تک ٹیکسی کرایے پر لی، ہم سے پانچ گنا زیادہ کرایہ لیا۔ اس بات کا پتہ مجوزہ سسرالی گھر پہنچنے پر ہوا۔ یہ سوچ کر دل کو اطمینان دلایا کہ ''Good and bad are every where''

سوانح علمائے اہلحدیث بلتستان

سید عبداللہ ملقب بو ااکبر بن جلال الدین شگریؒ

۱۸۸۶ء ۱۹۷۶ء

عبدالرحیم روزی

نام ونسب: سید عبداللہ الملقب سید اکبر بن جلال الدین بن جمال الدین بن محمد علوی ہاشمی شگری۔

آپ وزیر پور محلہ دملدو (توحید آباد) میں تقریباً ۹۰۔۱۸۸۶ء کے درمیان پیدا ہوئے۔ والد سید جلال الدین ہے۔

سید جلال الدینؒ: آپ مذہب نوربخشیہ کا میر واعظ، خطیب، امام اور پیشوا تھے۔ آپ نے شاعر بلتستان مولانا سلطان علی بلغاری (ت: ۱۸۸۷ء) سے خوشہ چینی کی۔ آپ نے کم سن سید اکبر کو دیکھ کر کہا تھا: "یہ اپنے دور کا ایک بڑا شخص ہوگا، یہ مؤمن کی فراست ہے۔" سید جلالؒ کاندو، ہوشے جاتے رہتے تھے، جہاں کے لوگ آپ کے عقیدت مند تھے۔ ایک بار بیٹا عبداللہ بھی ساتھ تھا۔ پہاڑی راستہ عبور کرتے ہوئے پتھر لڑھک آیا اور آپ کو شدید چوٹ لگی۔ وہیں کاندو ہی میں وفات پا کر مدفون ہوئے۔ یہ واقعہ ۱۸۹۳ء سے ۱۹۰۰ء کے درمیان کا ہے۔

سید جلالؒ کے تین بیٹے تھے: ابوالحسن، اسحاق اور عبداللہ۔ ابوالحسن کا بیٹا حمید اللہ ہے۔ اسحاق کے بیٹے عبدالغفارؒ عبدالستار کاچو اور محمد بشیر حفظہ اللہ ہیں۔

تعلیم وتربیت اور علمی رحلات: سید عبداللہؒ نے ابتدائی تعلیم مقامی علماء سے حاصل کی۔ اس وقت مناظر اسلام سید ابوالحسن کریسیؒ دعوت واصلاح معاشرہ کے لیے بلتستان اور شگر کے دورے کرتے تھے۔ چنانچہ سید عبداللہ' سید موصوف کی تبلیغ اور قرآن وحدیث کی مدلل باتوں سے خوب متاثر ہوئے اور پہلا تعلیمی سفر کریس کی طرف کر کے مدرسہ نصرۃ الاسلام میں داخلہ لے کر مناظر اسلام سے پڑھنے لگا۔

اس کے بعد بلغار جا کر دو سال حافظ عبدالصمد ولد سودے کے پاس مدرسہ منار الہدی میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۳۷ھ/ 1918ء میں دہلی جا کر مولانا عبدالوہاب ملتانی دہلوی کے مدرسہ غرباء دار السلام میں داخلہ لے کر آپ کے پاس پڑھنے لگا۔ آپ کے کلاس فیلوز میں استاد کا بیٹا مفسر قرآن عبدالستار دہلوی اور مولانا محمد جان براہوی تھے۔

مولانا سید عبداللہ ۱۹۲۵ء مطابق ۱۳۴۴ھ میں دہلی سے فارغ ہوئے۔ مولانا محمد جان براہوی، بانی تحریک

اہلحدیث برمنگھم مولانا فضل کریم عاصم کا ساتھی تھا۔ دونوں مدرسہ امرتسر میں ہم سبق تھے۔ اس وقت امرتسر اہلحدیث علماء سید داؤد غزنوی، مولانا عبد الجبار غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا نیک محمد، مناظر اسلام ثناء اللہ امرتسری، اور حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کا مسکن تھا۔ مولانا محمد جان امرتسر کے بعد مدرسہ میاں دہلی چلے گئے۔

محمد اکرم الٰہی کے علمی مقالہ: ''جامعہ بلتستان اسلامیہ'' میں کئی تسامحات واقع ہوئے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ سید عبداللہ ملقب بہ اکبر اور مولانا محمد علی نے سید نذیر حسین دہلوی سے سندِ فراغت حاصل کی'' اھ

سید فیض اللہ، قاسمی، مولانا محمد و دیگر شخصیات اور قرائن کے مطابق مولانا محمد علی نے مدرسہ نذیریہ میں، جبکہ مولانا اکبر نے مدرسہ غرباء دہلی میں پڑھا ہے۔ اس لیے دونوں بزرگ سید نذیر حسین دہلوی کا نام کثرت سے لیتے تھے؛ لیکن سید نذیر حسین آپ دونوں کے دہلی پہنچنے سے سترہ برس قبل ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں انتقال کر چکے تھے۔ جبکہ محمد اکرم خود لکھتا ہے کہ یہ دونوں بزرگ ۱۳۳۷ھ/ 1918ء میں بلتستان سے عازم دہلی ہوئے۔ اھ

ان دونوں بزرگوں کے ہم عصر یا معمر علماء نے سید نذیر حسین دہلوی کے پاس تعلیم حاصل کی، جیسے علامہ حافظ کریم بخش، حافظ عبدالرحمٰن چھوربٹی۔ سید اکبر اور آپ کے ساتھیوں مولانا محمد جان براہوی وغیرہ نے شیخ الکل کے شاگردوں سے حدیث وغیرہ کا علم حاصل کیا۔ کیونکہ ان کے دہلی جانے سے کئی سال قبل شیخ الکل وفات پا چکے تھے۔ ان شاگرد علماء میں شیخ الکل کا پوتا محمد عبدالسلام بن محمد شریف، مناظر اسلام و محدث پنجاب عبدالمنان وزیرآبادی، مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا عبدالوہاب دہلوی وغیرہ اساطین محدثین و علماء شامل ہیں۔

سید عبداللہ اکبرؒ دہلی سے فراغت کے بعد ۱۹۲۵ء میں بلتستان شگر لوٹے۔ آپ ہندوستان سے عامل بالحدیث ہو کر تشریف لائے تھے۔ پھر آپ نے وزیرپور میں تحریک اہلحدیث اور مدرسہ اہلحدیث کا پہلا عالم و بانی ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ جبکہ مولانا مرحوم ہی کے قبیلے کا سید جان نامی شخص عوام میں سے پہلا اہلحدیث ہے۔ مولانا عبداللہ کے بعد گلاب پور خوریدمیں مولانا محمد علی نے مدرسہ قائم کیا۔

الغرض سید عبداللہ نے ۱۹۲۵ء میں جامع مسجد کے اندر ایک مدرسہ کی اساس رکھی، پھر مولانا محمد اور مولانا تقی کے ساتھ مل کر مدرسہ منبع العلوم کی بنیاد ۱۹۶۵ء میں رکھی، جو گلاب پور اور وزیرپور وغیرہ گاؤں میں برقرار رہا۔ جنوری ۱۹۸۳ء میں جب یہ عظیم مدرسہ آتشزدگی کا شکار ہوا، تو اسی سال جامعة بلتستان الاسلامیہ کے نام سے موجودہ جگہ پر لایا گیا۔

آپ کی علمی خدمات اور دعوتی تگ وتاز: دہلی سے واپس آنے کے بعد کتاب وسنت، علاقہ اور عوام الناس کی خوب خدمت کی۔ دعوت دین خالص، تعلیم وتدریس اور خطابت کے حوالے سے بعض خدمات یہ ہیں:

ا۔ سال ۱۹۲۵ء میں محلہ دملد و جامع مسجد اور ایک گھر میں ایک مدرسہ کا اجرا کیا، جہاں علاقہ کے تشنگان علم آکر تعلیم حاصل کرتے تھے، جن میں سادات اور غیر سادات سب شامل ہیں۔ آپ کی دعوت وتبلیغ کا سب سے زیادہ اثر وزیر پور، چھورکاہ سکور میں پڑا، یہاں اہلحدیث کی کثرت ہے۔

آپ کی تدریسی اور دعوتی خدمات کے اعتراف میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس دہلی کی طرف سے مبلغ دس روپے مشاہرہ ملتا تھا، جو کہ قیام پاکستان کے بعد ختم ہوا۔

۲۔ جامع مسجد میں خطبہ جمعہ وعیدین پڑھاتے اور پنجگانہ نمازوں میں امامت کراتے، نمازیوں کو دروس دیتے۔ آپ جامع دملدو میں پہلے اہلحدیث خطیب ہیں۔ جبکہ جامع نوربخشیہ کا خطیب پیرابراہیم تھا، جو قدیم مسلک نوربخشیہ کے مطابق وضو میں پیر دھوتے تھے۔ اس سے قبل مسجد مشترک تھی۔

۳۔ علاقے کے فلاحی وانسانی کاموں میں خوب حصہ لے کر عوام وخواص کے دل موہ رکھے تھے۔

۴۔ سال ۱۹۶۵ء میں آپ، مولانا تقی اور محمد علی نے محلہ پنچوں شگر میں مدرسہ منبع العلوم کی اساس رکھی اور اوائل مدرسین میں سے ہونے کا شرف حاصل کیا۔ ان علماء کے ساتھ حاجی تقی، حاجی یوسف اور حاجی موسیٰ دوش بدوش شامل رہے ہیں۔ یہ مدرسہ جنوری ۱۹۸۳ء تک قائم رہا۔ اس مدرسے میں ان تینوں مؤسسین کے بڑھاپے میں مدارس پنجاب سے فراغت پاکر آنے والے پُرعزم ونوجوان علماء نے تدریس وانتظام کی ذمہ داریاں اپنے کندھوں پر اٹھالیں، جن میں آپ کے بیٹے سید فضل الرحمٰن، مولانا محمد بن محمد علی گلاب پوری، شیخ الحدیث عبدالسلام بن عبدالرحیم، مولانا محمد کاظم اور مولانا عبدالہادی حفظہم اللہ قابل ذکر ہیں۔ اس وقت مدرسہ دس کمروں پر مشتمل تھا۔

آپ کے تلامذہ: مولانا تقی بن محمد جان، آپ کا ساتھی مولانا محمد علی لہاری، بیٹا سید فضل الرحمٰن مدظلہ، بھتیجا سید عبدالغفار بن اسحاق، سید فیض اللہ مدظلہ، محمد جان، مولانا عبدالقیوم، مولوی عبدالہادی گلاب پوری، حاجی عبدالرحیم، مولانا یعقوب، بھائی سید اسحاق اور حسن شاہ وغیرہ خلق کثیر آپ کے شاگرد ہیں۔ ان میں سے مولانا تقی، عبدالغفار، حاجی عبدالرحیم، عبدالقیوم اور عبدالہادی نے صحیح بخاری تک پڑھی۔